اخلاقیاتِ طبیب

حکیم محمد سعید

خیال رہے، اخلاق کے پھول مرجھا نہ جائیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دھلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاقیاتِ طبیب

برائے فکر و عمل معالجین

حکیم محمد سعید

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
دہلی

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی 110025

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ دہلی 110006

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ، بمبئی 400003

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 202001

پاکستانی اڈیشن ۱۹۹۵

پہلا ہندستانی اڈیشن۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء   تعداد 1000

برٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج نئی دہلی ۲ میں طبع ہوئی۔

اخلاقیاتِ طبیب

برائے فکر و عمل معالجین

ترتیب

پیش لفظ

علمِ طب سراسر علم نافع ہے۔ یوں تو ہر علم کا مقصد اور نتیجہ انسان کی فلاح و خدمت ہے، لیکن علمِ طب کا تعلقِ راست انسان کی راحت سے ہے۔ طبیب کا علم بیمار انسانوں کو درد، تکلیف اور معذوری سے نجات دلانے کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے علمِ طب کے استعمال کی بنیاد سراسر اخلاق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طبیب کے لیے علم میں مہارت جتنی ضروری ہے اتنی ہی ضروری اخلاقی رفعت بھی ہے۔

پہلے طب کی تعلیم کے دوران طالب علم کی اخلاقی تربیت پر پوری توجہ کی جاتی تھی اور کوئی کسر رہ جاتی تھی تو درس گاہی تعلیم کے بعد عملی مطب کی تربیت کے دوران استاد طبیب کے عملی نمونے سے اس کی تکمیل ہو جاتی تھی، لیکن اب صورت حال یہ نہیں رہی۔ اب طالب علم درس گاہ میں داخل ہوتے وقت ہی مادی فوائد کا تصور اپنے ذہن میں رکھتا ہے، جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اور امراض کی کثرت کے علاوہ دوا و علاج کی گرانی طبی منظر کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔

شفاے مرض میں معالج کے علم اور تجربے کے علاوہ معالج کی اپنی شخصیت، اس کا اخلاقی سلوک اور نفسیاتی برتاؤ بھی اساسی اہمیت رکھتا ہے۔ بہت سی صورتوں میں مریض کے ذہن سے مرض کا خوف دور کرنا ہی علاج کا بڑا حصہ ہوتا ہے، اس کے لیے معالج کی اخلاقی تربیت ہی کام آتی ہے اور جلبِ زر سے بلند ہونے کے علاوہ ذہنی مشقت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔

دیگر علوم و فنون اور طب میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مریضوں کی صحت کے علاوہ زندگی پر بھی معالج کے اثرات دُور رس ہوتے ہیں اور مریضوں کی دوا و غذا کے علاوہ ان کی سوچ اور ان کا طرزِ حیات بھی متاثر ہوتا ہے۔ پسند و ناپسند، خوشی

اور غم پر بھی معالج کا فکر و عمل منعکس ہوتا ہے۔

سماجی، سائنسی اور ثقافتی انقلابات نے اخلاقی اقدار کو بھی متاثر کیا ہے۔ اس کا اثر معالجین کے اخلاقی معیارات پر بھی پڑنا ناگزیر تھا، اس لیے یہ بہت ضروری تھا کہ طبی اخلاقیات کو بھی باقاعدہ مرتب کیا جائے اور اب تک ہمارے قدیم معالجین اور علمائے طب کا جو عمل رہا ہے اس کی روشنی میں موجودہ معالجین اور طلبہ کے لیے "اخلاقیاتِ طبیب" کو ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کر دیا جائے۔ نیز ان اخلاقیات میں اپنی تہذیبی و ثقافتی اقدار کو پوری طرح سمو دیا جائے۔

جناب محترم حکیم محمد سعید صاحب ان صفات کے جامع ہیں۔ طبیب کی حیثیت سے نصف صدی سے زیادہ کے تجربات کے حامل ہیں۔ حکیم صاحب علمی لحاظ سے ہر اس نئی چیز کو اپنانے کے لیے تیار رہتے ہیں جو مفید بھی ہو۔ وہ اپنی قدیم زندگی بخش روایات کو محض ان کی قدامت کی بنا پر ترک نہیں کرتے۔ حکیم صاحب محترم نے "اخلاقیاتِ طبیب" کی ترتیب و تدوین کو ضروری سمجھتے ہوئے اپنی بے حد متنوع مصروفیات میں شامل کیا اور نہایت جامع انداز میں یہ کتاب تحریر فرما دی ہے۔

یہ کتاب اس دور میں طب کے ہر عامل اور ہر طالب علم کے لیے ایک اخلاقی معلّم کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر طریقِ علاج کے عاملین کے لیے مفید و معتبر ہے۔

مسعود احمد برکاتی

دستِ شفا

اللہ تعالٰی کی اشرف مخلوق "انسان" جب اللہ تعالٰی کو اپنا خالقِ حقیقی تسلیم کرلیتا ہے اور اپنے کو عاجز تسلیم کرکے فکراً و عملاً اللہ تعالی کو شافیِ مطلق قرار دے دیتا ہے اور اپنی ہر تدبیرِ شفا اور اپنی ہر تجویزِ دوا کو اللہ تعالٰی کی مرضی و رضا کے تابع کردیتا ہے تو پھر انسان کی روحانی و نفسیاتی قوتیں برسرِ عمل ہوجاتی ہیں کہ یہ اس کے مادی وجود کی جزوِ لازم و لاینفک ہیں۔ اس فکرِ ارفع و بلند کا حامل انسان خود فریبی کے خول سے ہمیشہ باہر رہتا ہے۔ اس کی تفکر و تدبر کی قوتیں اسے مقامِ اعلا و ارفع عطا کردیتی ہیں۔ ایسا خود شناس و خدا شناس اور مومن و عابد انسان صرف اللہ واحد کی قوت و وحدت کو تسلیم کرتا ہے' باقی دنیا کی ہر طاقت سے بے خوف ہوجاتا ہے۔ ایسے انسان کا قلب اللہ کے نور سے منوّر ہوتا ہے' اور ایسا منور قلب محبت و احترامِ انسان سے کبھی خالی نہیں رہ سکتا۔ ایسا بلیغ النظر اور فصیح الفکر انسان ہر شے اللہ تعالٰی جَلَّ شانہٗ سے طلب کرتا ہے' حتی کہ وہ مریض کے لیے شفا کا بھی اللہ تعالٰی سے طلب گار ہوتا ہے۔ یہی ہیں وہ باکمال انسان کہ جو دستِ شفا کے حامل ہوتے ہیں اور رضائے باری تعالٰی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ یہی ہیں وہ انسان کہ جن کے پاک جسم میں پیدا ہونے والی پاک شعاعیں برقی لہریں بن کر ہاتھ کی دسوں انگلیوں سے خارج ہوتی ہیں۔ اور جب یہ انگلیاں نبضِ مریض سے اور جسمِ مریض سے لمس حاصل کرتی ہیں تو ایسے پاک جسم کی پاک لہریں جسمِ مریض میں حلول کرکے شفا کا پیغام دیتی ہیں۔ ایسا ایک معالج جب اپنے اللہ سے زیرِ علاج مریض کے لیے شفا کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کی شفائے حقیقی کا سامان کردیتا ہے!

فطرت

اس کائنات کی ہر شے مظہرِ فطرت ہے۔ زمین کی حرکت، چاند اور سورج کی گردش، ستاروں کی جھل مل اور سیاروں کی تگ و دو، یہ سب مظاہرِ فطرت ہیں۔ عناصرِ اربعہ سے ترکیب یافتہ انسان بجائے خود ایک نمونۂ فطرت ہے۔ عناصر کا ظہور اور ان کی ترتیب و ترکیب معجزۂ فطرت ہے۔ اخلاطِ اربعہ کی تخلیط، وجودِ انسانی کو فطرت کی ترغیب دیتی ہے۔ انسان کا سرد و گرم اور رطب و یابس مزاج ایک تخلیقِ فطرت ہے۔ انسانی ماحول کے لیل و نہار تابعِ فطرت ہیں۔ روئے زمین کی ہر روئیدگی عنوانِ فطرت ہے۔ نبات میں عناصرِ اربعہ کا نہایت فطری امتزاج ہوتا ہے۔ یہی وہ امتزاج ہے کہ جو طب کو فطرت کا تصور عطا کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر نبات کا ایک حصہ مانعِ فشارِ خون ہوتا ہے تو اسی کا دوسرا حصہ رافعِ فشارِ خون ہوتا ہے تاکہ فشارِ خون زیادہ یا کم ہو کر غیر متوازن نہ ہو جائے۔ ہر ہر نبات بہ ایں انداز و ترکیب مظہرِ فطرت ہے۔

فطرت اور انسان ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ فطرت اور کائنات ہم آہنگ ہیں۔ ان کا احترام عینِ فطرت ہے۔ انسان کو مظہرِ فطرت قرار دینا حقیقت ہے اور انسان کے لیے معالجات کو دائرۂ فطرت میں رکھنا احترامِ فطرت ہے۔ عین احترامِ انسان ہے۔ ادویہ و اغذیہ کو ہم آہنگِ فطرت رکھنا عینِ عقل ہے۔ روحانیتِ فکر سے سرشاری عین عظمت و رفعت ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھوالشافی

اللہ تعالیٰ خالقِ ارض و سما ہے۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے، جس کے بارے میں ہم اب بہت کچھ جانتے ہیں اور ہنوز بہت کچھ نہیں جانتے، ان سب کو وجود دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کرۂ زمین کی ہر شے کا بنانے والا اللہ ہی ہے۔ ہمہ موجوداتِ ارض و سما اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیقی کا ظہور ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ قرآن حکیم کی رو سے انسان سے اشرف کوئی مخلوق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود کو اشرف و اعلا بنا کر اسے تفکر و تدبر کی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ تعقّل کی قوتوں سے مالا مال کر کے مستزاداً انسان کو فہم و فراست اور توانائیاں و دانائیاں عطا فرمائی ہیں۔ زبان و گویائی سے سرفراز فرماکر قوتِ خطاب و کلام سے نوازا ہے۔ قلب کا نور، روح کا سرور اور ضمیر کی روشنیاں دے کر انسان کو اللہ تعالیٰ نے خوب و ناخوب اور حرام و حلال کی تمیز سے آشنا کردیا ہے اور اس میں روح پھونک کر اور اس کا مسکن جسمِ انسانی بنا کر انسان کو روحانیات کے اعلا مدارج طے کرادیے اور نفسیات کو موضوعِ فکر بنادیا۔ مادی اور روحانی قوتوں سے سرفراز و سرشار انسان کو خود اپنے وجود کی تلاش کا راستہ دکھا دیا۔ جسمِ انسان کی فہم کو علوم انسانی و روحانی کا اعلا ترین موضوع بناکر طب کو فطرتِ انسانی قرار دیا۔ دائرۂ فطرت میں رہ کر انسان کو معالجات کا فن ارزانی ہوا۔ رہنمائی یہ عطا ہوئی کہ

جسمِ انسانی کو روح و مادہ کا وجود سمجھا جائے۔ انسان کا مادی وجود روح و روحانیات سے عبارت ہے' اس لیے معالجات کو دائرۂ فطرت میں رکھا جائے اور انسان کے مادی اور روحانی وجود کا از بس احترام کیا جائے۔

انسان نے تعقّل اور تفکّر و تدبّر کی اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر بہ توفیقِ الٰہی جسمِ انسانی کے رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھایا ہے۔ تسلسل کے ساتھ افعال الاعضا اور تشریح الاعضا پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کے غدود ہائے ناقلہ اور غیر ناقلہ اور ان سے رِسنے والی رطوبات نیز خامرات کی تشریحات کی ہیں۔ عناصر کا علم حاصل کیا اور ان میں توازن اور عدم توازن کو صحت و مرض سے مربوط کیا ہے۔ اخلاطِ اربعہ کو موضوعِ فکر بنایا ہے۔ اس سب کے باوصف انسان ہنوز اپنی حقیقت سے بے خبر اور افعالِ جسم کے حقائق سے ناآشنا ہے اور ہرگز مدعی نہیں ہو سکتا کہ وہ جسم انسانی کے مادی و روحانی معجزات و موجودات سے کاملاً آشنا ہے۔ انکشافات و اکتشافات کے میدانوں میں معجزات دوائیہ کی ناکامیاں اور معالجات کے میدانوں میں عقل و خردِ انسان کی مسلسل پسپائیاں اس حقیقت پر دال ہیں اور شاہدِ عادل بھی کہ حقیقتِ جسمِ انسانی کی فہم سے عقل ہنوز عاجز ہے!

درحقیقت یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر ہر شخص اور ہر معالج تسلیم کرتا ہے کہ ہاں' میں انسان کے جسم کی اعلا ترین مادی اور روحانی تنسیج و تخلیق کی فہم و تفہیم سے عاجز و عاری ہوں۔ اس عجز و انکسار کا مہذب و شائستہ عنوان ہے ہوالشافی!

انسان عاجز' اس کی فکر عاجز' اس کی عقل عاجز' اس کی دوا عاجز' شفا دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے "واذا مرضت فھو یشفین" اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔

طب

طب یقیناً آفاقی اور روحانی لفظ ہے اور ایک نہایت جامع اور فصیح و بلیغ اِصطلاح۔ جسمِ انسانی کی حتی الوسع تکشیف و تحقیق کا علم اور اعضاے رئیسہ و شریفۂ جسمِ انسانی کے افعال و وظائف کی حتی الامکان فہم کا عنوان طب ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ طب نام ہے روحِ انسانی کے اعتراف کا اور جسم انسانی کی مادی حقیقت کا۔ ذرائع' شفا و صحت کے حقائق کا علم' طب کی تعریف سے خارج نہیں اور انکشافاتِ جسمِ انسانی اور انکشافاتِ ذرائعِ شفا و صحتِ طب سے عبارت ہیں۔ طب فطرت و اخلاق کی جانشین ہے اور علم و حکمت کی امین ہے۔ طب ایک دو دھاری تلوار ہے جس کا استعمال باعثِ خیر بھی ہو سکتا ہے اور سببِ ضرر بھی۔ اس ذوالفقار سے موت و حیات دونوں کا سامان کیا جاسکتا ہے۔

طب (میڈیسن)یقیناً ایک فن ہے اور نہایت شریف فن۔ طب اصطلاح عام میں پیشہ نہیں ہے۔ طب و طبیب کی روحانیت اور اس کی لطافت طب کو پیشہ نہیں بننے دے سکتی۔ شرافت اور صداقت و دیانت' طبابت کے ہم معنی ہیں۔ انسانیت اور محبت و مودّت طب اور طبیب کا حسن ہیں۔ اس لطافتِ حسن کو کثافتِ پیشہ سے داغ دار کرنا دانش مندی نہیں ہے۔

طب یقیناً قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ کا عنوان ہے کہ اس کا مرتبہ حکمت (سائنس) ہے۔ جو طبیب ان ذرائع سے منوّر و متاثر ہو وہ پیشہ ور نہیں ہو سکتا۔ فنِ لطیف و شریف ہی اس کا گوہرِ مقصود ہو سکتا ہے جو لازماً شفا و صحت پر منتج ہوتا ہے۔

مرض

مرض کی اصطلاح لازماً اور یقیناً روح اور مادہ دونوں پر حاوی ہے۔ مرض روح سے متعلق بھی ہوتا ہے اور جسم سے بھی۔ امراض روحانی بھی ہوتے ہیں اور جسمانی بھی۔ ایک معالج کا ان دونوں حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لیے معالج کو لازماً روحانیت سے مرصع ہونا چاہیے۔ یقیناً مادیت سے مزیّن اور باخبر طبیب کا روحانی تربیت سے گزرنا اس کی معالجاتی ضرورت ہے جو اسے ہمیشہ اور ہرحال میں فطرت کے آغوش میں رکھتی ہے۔ طب کے نظریہ و فلسفۂ قدیم کا اسے گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے اور انکشافات اور اکتشافاتِ عصری پر بھی اس کی گہری نگاہ ہونی چاہیے۔ اور باور کرنا چاہیے کہ مرض کی متعدد اقسام ہیں، لیکن کوئی بھی مرض جسم و روح سے ماورا نہیں۔ عناصر میں عدم توازن، اخلاط میں عدم ارتباط، مزاج کے سرد و گرم اور رطب و یابس، خلیّاتِ جسم کی حیات و ممات، دورانِ خون کے نشیب و فراز، اعضائے رئیسہ و شریفہ کے متوازن اور غیر متوازن افعال، فکر و خوف سے رطوباتِ غدود جسمانی میں رِساؤ اور بہاؤ کے توازن میں فرق، جراثیم کی حملہ آوری اور قوت و مناعتِ جسمانی کی شکست و ریخت، یہ سب عنواناتِ امراض ہیں۔ ایک طبیب کا ان حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیے اس کا علمِ طب ایسے متعدد و متفرق حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تازہ رہنا چاہیے اور اسے فطرت و اخلاق سے ہم آغوشی کے ساتھ شفا و صحت کا سامان کرنے کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

توحید، رسالت اور آخرت، ایمانیات کے مینار ہائے نور ہیں۔ ان کی تابندگی میں راہِ بندگی واضح ہوجاتی ہے اور روحانیت کے میدان سَر ہوتے

اخلاق

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا اشرف ترین نمونہ ہے اور اعلا ترین مظہر۔ اس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس شامل ہے اور ہونا چاہیے (تخلقوا باخلاق اللہ)۔ جس انسان کی تخلیق و ترکیب میں اور تمزیج میں اللہ تعالیٰ کا اخلاق شامل ہے اسے اشرف ہی ہونا چاہیے۔ درحقیقت اخلاق فطرت ہے اور فطرت اخلاق ہے۔ جو انسانِ اشرف عنوانِ فطرت ہے وہ لازماً آئینہ دارِ اخلاق ہے اور اسے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اخلاق سے بغاوت فطرت سے بغاوت کے ہم معنی ہے۔ اخلاق سے مزیّن انسان طرف دارِ فطرتِ معین ہوتا ہے۔ حاملِ فطرت انسان تحسینِ اخلاق کے مرتبۂ بلند پر فائز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام 'اسماء الحسنٰے' اس کی صفات کے مظاہر ہیں اور آئینہ دارِ اخلاق ہیں۔ ہر نام کا موضوع فطرت ہے اور ہر نام کا عنوان اخلاق ہے۔

فطرت اور اخلاق انسان دوست اور انسانیت دوست ہیں۔ فطرت و اخلاق کا حامل کوئی انسان دوسرے انسان کے لیے سببِ الم اور موجبِ گزند نہیں ہوسکتا۔ عَلَم بردارِ فطرت اور حاملِ اخلاق شخص ہمیشہ انسان کو راحت و آرام پہنچاتا ہے۔ انسان سے محبت کرتا ہے اور انسان کا احترام کرتا ہے۔ ایک معالج اپنی تمام معالجاتی عظمتوں اور طبی رفعتوں کے ساتھ یقیناً حاملِ فطرت و اخلاق ہوتا ہے' اس لیے اس کا عنوان فکر و عمل ہمیشہ دائرۂ فطرت و اخلاق میں رہتا ہے۔ معالج کا یہی وہ مرتبۂ فائز و بلند ہے کہ جو مریض اور معالج کو رشتۂ مودّت واحترام سے منسلک کر کے شفائے مرض کا سامان کرتا ہے۔

انسان

انسان یقیناً ایک اشرف مخلوق ہے۔ تمام مخلوقات میں قرآنِ حکیم انسان کو اشرف قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اشرف قرار دیتا ہے تو خود انسان کو اپنے شرف و امتیاز اور علوے مرتبت کا پاس و لحاظ کرنا چاہیے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کے شرف و امتیاز اوراس کی عظمت و رفعت کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے۔ یہ عین انسانیت ہے' عین شرافت ہے۔

ایک انسان کہ فیض یافتۂ قرآنِ حکیم ہے اور ایک انسان کہ ہدایت یافتۂ رسولِ مقبولؐ ہے وہ یقیناً مرتبۂ اعلا و ارفع پر فائز ہے۔ ایسا انسان فطرت و اخلاق سے مرصع و مزین ہوکر اور اللہ تعالیٰ کے اخلاقِ کریمہ اور اس کے رسولؐ کے اخلاقِ حسنہ سے سرشاریوں کے ساتھ انسان سے محبت کرتا ہے' انسان کا احترام کرتا ہے۔ یہی وہ انسان ہے کہ جب مرتبۂ طبابتِ شریفہ پرفائز ہوتا ہے تو مظہرِ فطرت اور نمونۂ اخلاق بن جاتا ہے۔ ایسا ہی انسان منبعِ فیض بن کر شفاے مرض اور صحتِ مریض کے لیے ہمہ جہت مصروف ہوجاتا ہے اور فنِ شریفِ طب کے معجزات کی مدد سے راحتِ جسم و جاں کا عنوان بن جاتا ہے۔ معالج کی نظروں میں انسان عظیم ہوتا ہے۔ طبیب کا ضمیر روشن ہوکر محبتِ انسانی سے سرشار ہوتا ہے۔ مریض کی شفا و صحت معالج کا منتہاے مقصود ہوجاتی ہے۔

ہیں۔ ایمان و ایقان کی پختگی سے مقصودِ حیات متعین ہوتا ہے جو خدمتِ بنی نوعِ انسان کا عنوان جلی بنتا ہے جو بالاخر راحتِ انسانی سے عبارت ہوتا ہے۔ اس ایمان و ایقان کے قیام و دوام کے لیے قربِ الٰہی کی آرزو انسان کے لیے روحانیت کی متعدد راہوں کو اجاگر کردیتی ہے اور پھر قوتِ ارتکاز جنم لیتی ہے اورانسان کی توجہات کو ارض و سما کے خیر پر مرکوز و موتکز کردیتی ہے۔ یہی وہ طاقت ہے کہ جو تفہیم الامراض کی صلاحیت پیدا کر کے شفائے امراض کی راہیں مستقیم کرتی ہے۔ معالج کی روحانیت کے مرضع ہونے کے یہ معنی ہیں!

نفسیات

طب کا ایک جلی عنوان نفسیات ہے۔ ہر مریض خواہ وہ کسی بھی مرض میں مبتلا ہو، خواہ وہ کسی بھی عارضے کی گرفت میں ہو، نفسیاتی کیفیت سے ہرگز خالی نہیں ہوتا۔ ایک معالج کو وسعتِ مطالعہ کے ساتھ اور فہم و فراست کے ساتھ مریض کی نفسیات کا ادراک کرنا چاہیے۔ اگر معالج اس ادراک واحترام پر قادر نہیں ہے تو پھر وہ علاج معالجے میں کوتاہیوں کا عنوان بن کر رہے گا، کیوں کہ وہ مریض کی قوتِ ارادی کو نمو دینے سے قاصر رہے گا جس پر دفع مرض اور آمدِ صحت کا انحصار ہوتا ہے۔

ایک مریض مطب میں اس توقع کے ساتھ آتا ہے کہ طبیب اس سے محبت و احترام کا سلوک کرے گا۔ اس کی بات پر پوری توجہ کرے گا اور اس کے مرض کی فہم کے ساتھ اس کے لیے شافی علاج تجویز کرے گا۔ ایک طبیب کو مریض کی اس توقع کا پورا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اگر یہی خشتِ اول شکستہ ہوگئی تو طبابت کی شکست لازمی ہے۔

اخلاق کا اولین تقاضا یہ ہے کہ مریض سے حسنِ اخلاق سے پیش آیا جائے۔ کسی لمحہ یہ حقیقت فراموش نہ ہو کہ مریض کا جسم علیل ہے تو اس کی فہم بھی علیل ہوگی۔ اس علالت کی برداشت طبیب میں ہونی چاہیے۔

عصرِ حاضر میں معاشرۂ انسانی گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ سیاسی عدم استحکام نے آج کے انسان کو دیانت و صداقت سے محروم کردیا ہے۔ شرافتوں کی پامالیوں نے اور ناجائز دولت کی فراوانیوں نے انسان کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ مسرتوں بھرا قہقہہ کہ جو انسان کے غدودہائے ناقلہ اور غیر ناقلہ کی رطوبتوں سے سکونِ اعصاب کا سامان کرتا تھا اب نفرت

اور انتقام کی صداؤں میں تبدیل ہوگیا ہے۔ انسان کا قلب کدورتوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ ان حالاتِ بد نے انسان کو امراض کی گرفت میں دیدیا ہے اور انسان کی نفسیات نے اسے شکست خوردہ کر ڈالا ہے۔

آج کے معالج کا ان حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ تلاشِ سکون کے لیے تلاشِ حق ناگزیر ہوگیا ہے اور اس کے لیے روحانی دنیا سے رابطہ ناگزیر ہے۔

طبیب

ڈاکٹر، حکیم، ہومیوپیتھ، وید، اُسٹیو پیتھ وغیرہ

طب یقیناً ایک شریف فن ہے، نظامِ جسمِ انسان کی فہم کا فن، مگر اس کے ساتھ ہی طب ایک روحانی قوت بھی ہے۔ یہ انکشافِ عصری کہ جسمِ انسان میں برقی لہریں لرزاں رہتی ہیں اور بے چین ہو کر انگلیوں کے پوروں سے خارج ہوتی ہیں، روحانیت کا ایک عنوان ہے۔ ان برقی اور مقناطیسی لہروں کا مسکن و منبع جسمِ انسانی ہے۔ انسانی جسم کے اعضا و احشا ہیں۔ انسانی جسم کی روح ان لہروں کا منبع و مخرج ہے۔ ایک طبیب کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس حقیقت پر اس کا ایمانِ کامل و راسخ ہونا چاہیے۔ مقناطیسی برقی لہریں "اندرونِ طبیب" سے مملو و متاثر ہوتی ہیں۔ اگر طبیب کا اندرون حرام و حلال کی تمیز سے محروم نہیں ہے، اس کا ضمیر روشن ہے، اس کے قلب و دماغ کدورتوں سے پاک اور مبنی بر صحت اور مبنی بر ایمان ہیں تو لہروں میں لطافت لازمی ہے اور یہ لطیف لہریں مریض کی شفا کا سبب بن جائیں گی۔ اس حقیقت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کہ جس نے فنِ طب کو ذریعۂ خدمتِ انسان چُنا ہے وہ خود روحانیت، دیانت اور صداقت سے عاری اور خالی نہ ہو۔

نفرت اور انتقام کے جذبات آگ بن کر اندرونِ انسان کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ ایسے خاکستر وختہ کہ ان کا علاج اگر معالج نے دوائے محض سے کیا تو شفا قریب نہیں آئے گی۔ ایسے نفسیاتی مریض معالج سے محبت چاہتے ہیں، ہمدردیاں چاہتے ہیں۔ شرکتِ غم کے خواہاں ہوتے ہیں۔ معالج کا یہ رُویّہ ہی

نسخۂ شفا بن سکتا ہے۔ بایں ہمہ دردِ گردہ اور سنگِ مَرارہ کا مریض یا افلاسِ قلب کا مریض محبت و فراستِ معالج کا طالب ہوتا ہے۔ مریض کو یہ یقین ہوتا ہے کہ معالج اس کا مرض سمجھ رہا ہے اور سمجھ کر تجویز دوا کررہا ہے۔ معالج کا مطالعہ اور توجہ مریض کے ایوانِ اعتماد کی تعمیر کرسکتا ہے۔

شفا۔۔ مقصودِ اوّل و آخر

روحانیت کی اعلا اقدار سے مرصع اور اخلاق کی بلند ترین صفات سے مملو اور علم و حکمت کی توانائیوں سے مزیّن اور دانائیوں سے متصف معالج کا مقصودِ اصلی اور مقصودِ اول و آخر شفا ہی ہوسکتا ہے: مریض کو گرفت مرض سے نکال کر اسے صحت سے ہم کنار کرنا۔ جس معالج کے مقاصد فطرت و اخلاق کی اعلا اقدار سے پُر ہوں گے اور علم و حکمت کی گہرائیوں اور گیرائیوں سے آشنا ہوں گے' وہی شفائے امراض کا سامان کرسکتا ہے۔ خود غرض اور متمنیِ دولت معالج کبھی عنوانِ شفا نہیں بن سکتا۔ اِلّا یہ کہ خود قدرت ہی کو شفا مقصود ہو اور دولت کی ذلالت و ضلالت میں بھی وہ روشنی و شفا کا راستہ پیدا کردے۔ ایک معالج کو شرافت و صداقت کی انتہاؤں کو چھونا چاہیے۔ دولت اس کے سامنے ہیچ ہونی چاہیے۔ ضمیر کو اس کا گواہ رہنا چاہیے کہ انسان کی صحت سب سے بڑی دولت ہے۔ یہی دولت مقصودِ طبابت اور مقصودِ معالج ہونی چاہیے۔ ہمہ دم ذہن میں یہ نکتۂ بلند مستحضر رہنا چاہیے کہ انسان عظیم ہے۔ اس کو صحت مند ہونا اور رہنا چاہیے۔ اور یہ نکتہ بھی ذہن سے کبھی خارج نہیں ہونے دینا چاہیے کہ طب ایک شریف فن ہے' پیشہ نہیں ہے۔ ایک شریف معالج کبھی پیشہ ور نہیں ہوسکتا۔

مریض کی نبض پر جب معالج اپنی انگلیاں رکھے تو زبانِ معالج پر لفظ بسم اللہ آنا چاہیے۔ معائنۂ مریض کے لیے معالج کا ہاتھ جسمِ مریض سے لمس کرے تو قلبِ معالج کو دعائے صحت و خیر سے مملو ہونا چاہیے اور پھر معالج کو اپنی عبادات میں دستِ دعا دراز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے شفا و صحت مریض کی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی شافی مطلق ہے۔

دوا اور معالج

ایک معالج کہ وہ خود دوا ساز ہو اس کی اخلاقی ذمے داریاں کثیر تر اور نازک تر ہوجاتی ہیں۔ سب سے اول نکتہ تو یہ کہ اجزاے دوا میں دیانتِ علم و فکر شامل ہو۔ علم و فکر کے بغیر کوئی دوا تیار کرنا اور مریض کو استعمال کرانا وقارِ طب اور مقامِ معالج کے لیے قطعی نازیبا ہے۔ ایک دوا تیار کرکے اسے برمحل و برموقع استعمال کرانے کا زرین اصولِ اخلاق ترک کرکے جلبِ زر اور طلبِ منفعت کے لیے مریض کو دینا خیانت کے ہم معنی ہے۔

فکرو نظر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مریض کو غیر ضروری دوائیں استعمال کرانا اور خاص طور پر جلبِ منفعت کے لیے ایسا کرنا شرافتِ فن کی ضد ہے۔ ایسا معالج اپنے زیرِ علاج مریض کی شفا کا سامان کرنے سے عاجز اور محروم رہے گا۔ دست شفا اسے کبھی نصیب نہ ہوگا۔ دوا سازوں کی تشہیر و تبلیغ پر بلا تحقیق اعتماد کرکے فکر و فہم کے بغیر زیرِ علاج مریضوں کو دوائیں استعمال کرانا دیانت و شرافت سے معالج کو دور کردے گا۔

دوا اول و آخر دوا ہے۔ اس دوا کو صحت کا عنوان ہی رہنا چاہیے۔ دوا کو مضرت رسانیوں کے لیے زیرِ علاج مریض کو استعمال کرانا انسانیت کی تعریف سے خارج ہے۔ دواؤں کی کثرت اور تدابیرِ غذائی سے اغماض قابلِ ترک ہے۔ تدابیر کو بہر صورت اولیت کا مرتبہ حاصل ہونا چاہیے۔ دوا بہرحال ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

مطب کا ماحول

ایک اچھے مطب کی تعریف یہ ہے کہ وہ صاف ستھرا ہو۔ مطب کی صفائی ستھرائی کو نصف ایمان کی شہادت دینی چاہیے۔ ماحول میں ذرہ برابر گندگی نہ ہو اور کوڑا کرکٹ نہ ہو۔ صاف ستھرا مطب مریض اور معالج دونوں کی نفسیات پر خوش گوار اثر ڈالتا ہے۔ اچھا ہے کہ مطب میں قرآنِ حکیم کے طغرے آویزاں ہوں اور دینی ارشادات اور اصولِ حفظِ صحت کے کلمات سے مطب کے در و دیوار مرصع ہوں۔ ایسے ماحول سے روحانیتِ فکر و عمل کی عکاسی ہوتی ہے۔ خود طبیب کو حد درجہ صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ اس کا لباس صاف ہو' اس کا دل صاف ہو' اس کا علم تازہ ہو' اس کا ضمیر روشن ہو۔ مطب کے ماحول کو خوش بو دار ہونا چاہیے۔ مطب میں اعضائے جسمانی کے نقشے بھی ہوں تو وہ مریض کے قلب و دماغ میں اعتماد کی فضا پیدا کرتے ہیں کہ جو شفائے سریع کے لیے ایک مہمیز کا کام کرسکتی ہے۔ مطب میں شور وغل نہیں ہونا چاہیے۔ اچھا ہے کہ کمرۂ طبیب میں مریضوں کا ہجوم نہ ہو۔ بعض مریض تخلیہ اور طبیب کی توجۂ خاص کے طالب ہوتے ہیں۔ ان کی اس نفسیات کے احترام کا سامان کرنا چاہیے کہ یہ اخلاق کا عنوان ہے۔

مطب کی انتظار گاہ میں مطالعے کے لیے کچھ نہ کچھ جرائد و رسائل رکھنے مناسب ہوتے ہیں۔ اگر معالج برداشت کرسکے تو کتابچے' چورقے وغیرہ مریضوں کو دیے جاسکتے ہیں جو ان کے لیے باعثِ تسکینِ قلب و روح بن سکیں۔ مطب میں معالج کی حیثیت ایک ایسے انسان کی ہوتی ہے کہ جو تبلیغِ خیر کو موثر بنا سکتا ہے۔

حالاتِ مریض

مریض چاہتا ہے کہ وہ اپنے حالات مرض اور کیفیات جن سے وہ دو چار ہے، ان کو نہایت اطمینان و تفصیل کے ساتھ طبیب کے سامنے بیان کرے۔ مریض کی اس فطری خواہش کا احترام کرنا طبیب کا اخلاقی فرض ہے۔ بلاشبہ بعض مریض بالخصوص نفسیاتی مریض غیر متعلق باتیں بھی کرتے ہیں، ان کو برداشت کرنا چاہیے۔ مریضوں کی کثرت ایسا نہ ہو کہ طبیب کو کسی مریض سے غافل کرے۔

فکر و غور کا ایک نکتہ یہ ہے کہ مریض کا معائنہ نہایت اطمینان سے کیا جائے۔ نبض پر انگلیاں جب رکھی جائیں تو بسم اللہ پڑھ لینا دونوں طرف خود اعتمادی کی فضا پیدا کرتا ہے اور وجۂ شفا بنتا ہے۔ پھر یہ فراموش نہ کیا جائے کہ معالج کی انگلیوں سے مرتعش برقی لہریں مریض کے جسم میں جا رہی ہیں، ان لہروں کو مریض کے لیے معالج کی خیر خواہی کے جذبات کا حامل ہونا چاہیے یعنی معالج کا دل اس جذبۂ صادق سے مملو ہو کہ زیرِ علاج مریض شفا پائے۔ معائنۂ مریض کے بعد علاج تجویز کرتے وقت لازماً شفائے مریض پیشِ نظر ہونی چاہیے۔ قلم کو صحیح دوا لکھنی چاہیے۔ قلب میں جلبِ منفعت کا شائبہ تک نہ ہو۔ اخلاق کی یہ وہ قوت ہے کہ جو سامان شفا کرتی ہے۔

تجویزِ دوا

ایک اچھے معالج اور ایک حاذق طبیب کے اخلاقِ حسنہ کا نہایت حسین مظہر یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت کوئی ایک دوا بھی تجویز نہ کرے۔ بعض حالات میں واقعتہً دوا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے مریض کو محبت سے سمجھا دینا چاہیے کہ اسے دوا کی ضرورت نہیں ہے۔ اس صحتِ فکری اور اس بلند اخلاق کا مظاہرہ نہ صرف احترامِ فنِ طب ہے بلکہ احترامِ مریض بھی ہے۔

ایک طبیب کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ مریض کی قوتِ ارادی کو ابھارے اور سہارا دے کر اسے کثرت دوا نوشی کی طرف مائل نہ ہونے دے۔ تدابیر سے کام لینے کو اولیت دینی چاہیے اور غذاؤں کے صحیح استعمال کا مشورہ دے کر دوا کو درجۂ ثانی دینا چاہیے۔ انجمنِ دوا سازان کا مقصود جب طلبِ زر ہو جاتا ہے تو ان کی تشہیر بلندیوں کو چھو لیتی ہے۔ اخلاقی بلندیوں پر فائز ہو کر ایک معالج کو اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ محض تشہیر کے بل بوتے پر مریض کو دوا نہیں دینی چاہیے بلکہ فکر و نظر کی قوتوں کو بروئے کار لا کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ غیر محتاط دوا ساز مُضرِ صحت ادویہ بھی اپنی تشہیری طاقت سے مریضوں میں رائج کر دیتے ہیں۔ یہ شدید بداخلاقی ہے۔ غریب ممالک اور ان کے غریب الفکر انسان حریص و بے رحم دوا سازوں کی من مانیاں کرنے کی راہیں ہموار کرتے ہیں اور دواؤں کے بارے میں ایسے قوانین وضع کرنے سے گریزاں رہتے ہیں کہ جو نسخۂ معالج کے بغیر فروخت نہیں ہونی چاہیں۔ یہ ایک قیامت ہے کہ جو امیر ملکوں کے دوا سازوں نے غریب عوام پر توڑی ہے۔ معالج کا فرض ہے کہ وہ کم از کم اپنے زیرِ علاج مریضوں کو بلا مشورہ خریدِ ادویہ سے باز رہنے کی تاکید کرے۔

مریض کا احترام

بلند اخلاق معالج اپنے زیرِ علاج مریض کا حد درجہ احترام کرتا ہے۔ غربت اور ثروت کو معیارِ احترام و عدمِ احترام نہیں ہونا چاہیے۔ ہر مریض واجب الاحترام ہے۔ ایک بلند فکر معالج کو زیرِ علاج مریض کے معتقدات' اس کے رنگ و نسل اور اس کی قومیت کو موضوعِ فکر نہیں بنانا چاہیے۔ مریض کے حالات سننے سمجھنے میں عجلت کا مظاہرہ معالج کے شایانِ شان نہیں۔ عین اخلاق یہ ہے کہ مریض کے حالات احترام کے ساتھ سنے جائیں اور معائنہ مریض کے وقت بھی ہر طرح کا احترام پیش نظر رہنا چاہیے۔ بالخصوص خواتین کے معائنے میں احترام کو پیشِ نظر رکھنا عین اخلاق ہے۔ خواتین سے بالخصوص اور مردوں سے بالعموم نرمی کے ساتھ اور نرم آواز کے ساتھ گفت گو کرنی چاہیے۔ اگر مریض آہستہ بول رہا ہے اور فہم میں اس کی نرم گفتاری مانع ہے تو طبیب کو اپنے کان مریض کے منہ سے قریب کردینے چاہیں شاید کہ وہ رازداری کا خواہاں ہو۔

مریض بہر صورت مریض ہوتا ہے۔ اس کی نفسیات ایک صحت مند انسان سے یقیناً مختلف ہوتی ہے۔ مریض نسبتاً زیادہ حساس بھی ہوتا ہے۔ معالج کو اس کی نفسیاتی کیفیت کا خیال کرنا چاہیے۔ مریض کی غلط بات کو برداشت کرنا چاہیے اور ناراضی کا کبھی اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ معالج کو مریض کی سطح پر خود کو لاکر اس کی بات سننی چاہیے۔

معالج کو اپنے زیرِ علاج افراد سے ہمدردی کے علاوہ محبت بھی کرنی چاہیے۔ ہمدردی اور محبت کی معراج یہ ہے کہ اگر مریض کی آنکھیں نم ہوجائیں تو معالج کی آنکھ کو بھی خشک نہیں رہنا چاہیے!

اندرون از طعام خالی دار

یہ تو عین اخلاق ہے کہ ایک معالج کو مریض کے مرض کو اور اس کی نفسیات و کیفیات کو سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے اور اس کوشش کو اپنی جستجو کا عنوان بنانا چاہیے۔ پُرخوری احساسات کو کند کرتی ہے اور جب معدہ کثرتِ خور و نوش کے زیرِ بار ہو تو سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کی صلاحتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ طبیب جب اپنے مریضوں پر متوجہ ہو تو اسے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک معالج کو جس سے مریض اس کی ساری ہمدردی اور کامل توجہ کا متقاضی ہوتا ہے' اس صورتِ حال سے پرہیز کرنا چاہیے ۔ بوجھل جسم اور بوجھل ذہن کے ساتھ مریض کے احوال پر نظر اور اس کے درد و شکایات کے ازالے کی تدابیر کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ بہ حالتِ خلوے معدہ نورِ معرفت دیکھنے میں آسانی ہوتی ہے جو فہمِ مرض و مریض میں ممد ہوتی ہے۔ جس طرح ایک مریض کے لیے کثرتِ غذا اور متنوعاتِ غذا نامناسب ہیں بالکل اسی طرح طبیب کے لیے بھی انہیں ممنوع رہنا چاہیے۔ اگر طبیب روزہ دار ہو تو نوڑعلی نور۔ مریض کے لیے روزہ دار کی دعا بھی سامانِ شفا ہوتی ہے۔

دعاے شفا

معالج کو باور کرنا چاہیے کہ محض دوا شافی امراض نہیں ہوسکتی۔ اس کے ساتھ دعا بھی ایک یقینی سببِ شفا ہے۔ خاص کر بیمار کے لیے تو دعاے صحت سنت بھی ہے۔ بلندیِ اخلاق و کردار سے متصف معالج اپنے زیرِ علاج مریضوں کے لیے دستِ دعا دراز کرتے ہیں۔ ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ معالجین دوا اور دیگر معالجاتی تدابیر کے ذریعہ سے مداخلت کرتے ہیں۔ وہ خود بالیقین نہیں جانتے کہ اس کا اثر اعضاے جسم و افعالِ جسم پر کیا ہوگا۔ اس لیے لازماً ہر معالج کو علاج معالجے کے دوران اپنا یقین اس حقیقت پر مرکوز کرنا چاہیے کہ شافیِ مطلق ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اس ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور معالج کی سجدہ ریزی اور زیرِ علاج مریضوں کی شفا کے لیے خضوع و خشوع کے ساتھ دعا یقیناً نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

بلند اخلاق معالج نہ صرف حسنِ اخلاق اور حسنِ سلوک سے شفاے مرض کا سامان کرتا ہے اور دوا و تدابیر سے رفعِ مرض کی کوشش کرتا ہے بلکہ وہ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوکر اپنے زیرِ علاج مریضوں کی صحت کے لیے دعا گو بھی رہتا ہے۔

تنقید و تنقیص

معالج کا مطب ایک نہایت محترم مقام ہے۔ ہر صورت میں اس کا احترام برقرار رکھنا بلندیِ اخلاق کا مظہر ہے۔ مطب کا ماحول ہر لغویت سے پاک رکھنا معالج کی ذمہ داری ہے۔ منافیِ اخلاق امور کی ماحولِ مطب میں کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ معالج کی مریض سے گفت گو میں حلاوت اور شفقت ہونی چاہیے، ہمدردی ہونی چاہیے، خلوص و اُنس ہونا چاہیے۔ مطب میں بیٹھ کر معالج کو مریض کے سامنے دوسرے معالجین یا ان کے طریقِ کار پر تنقید سے گریز کرنا چاہیے۔ کسی اور معالج کا نسخہ دیکھ کر اس پر کوئی تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ دوسرے معالج کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بولنا چاہیے۔ اس طرح کسی رپورٹ کی، خواہ اس میں غلطی ہی کیوں نہ ہو، تنقیص نہیں کرنی چاہیے۔ ایک طریقِ علاج کے ماہر معالج کو دوسرے طریقِ علاج کے معالج پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ غرض بہ حیثیتِ مجموعی طبیب کو تنقید و تنقیص سے خود کو بلند و بالا رکھنا چاہیے۔ یہ طبی اخلاق ہے اور اس کا احترام کرنا چاہیے۔

اس بیّن نقطۂ فکر کے علی الرغم ایک نہایت اہم نکتہ یہ ہے کہ معالج کو اپنے زیرِ علاج مریض پر کسی قسم کی بھی تنقید نہیں کرنی چاہیے اور ہر تنقیص سے گریزاں رہنا چاہیے۔ مریض کے معتقدات پر کوئی حرف زبان سے ادا نہیں ہونا چاہیے۔

رازداری

مریض کے مرض کو ایک راز شمار کرنا چاہیے اور اس راز کا اخفا کرنا چاہیے۔ یہ عین اخلاق ہے۔ ایک معالج کا مرتبۂ بلند یہ ہے کہ وہ کسی کو نہ مریض کا نام بتائے اور نہ اس کے مرض کے بارے میں کوئی بات کرے۔ یہ دونوں راز کا درجہ رکھتے ہیں۔ عین اخلاق یہ ہے کہ معالج کی زبان اس موضوع پر بند رہے۔ مطب کے ماحول کے بعد کسی دوسرے ماحول میں بیٹھ کر مریض اور مرض دونوں کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر مرض کے بارے میں تبادلِ خیال ناگریز ہو تو کم از کم مریض کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہیے، اِلّا یہ کہ کوئی حقیقی مجبوری ہو۔

ایک مریض اپنے معالج سے بجا طور پر یہ توقع قائم کرتا ہے کہ اس کی ہر بات صیغۂ راز میں رکھی جائے گی۔ مریض کی یہ توقع بجا ہے، معالج کو مریض کا احترام کرنا چاہیے اور رازداری کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔

ایک معالج کی زندگی

طب ایک فنِ شریف ہے۔ اس شریف فن کا تقاضا ہے کہ اس فن کا حامل مظہرِ شرافت ہو اور حاملِ صداقت و دیانت ہو۔ مریض کے نزدیک ایک معالج واجب الاحترام ہوتا ہے۔ مریض اپنے معالج کا احترام کرتا ہے۔ اس احترام میں فرق آجائے گا، کمی ہوجائے گی اگر معالج کا کردار مظہرِ شرافت نہ ہو۔ ایک معالج کو اپنی زندگی کے انداز کو اس حقیقت کے حسبِ حال رکھنا چاہیے۔ پارسائی اختیار کرنی چاہیے۔ لہو و لعب سے اپنے دامن کو پاک رکھنا چاہیے۔ اپنے شب و روز کو ایک معالج دائرۂ اخلاق میں رکھنے کا پابند ہے۔ اپنے مرتبہ و مقام کو بلند رکھنے کے لیے معالج کو ہر ایثار کرنا چاہیے۔ صداقت، دیانت، امانت اور شرافت معالج کے جواہرِ اخلاق ہیں۔ عبادت گزاریاں معالج کا حسن و جمال ہیں۔ کردار کی عظمت اور فکر و عقل کی رفعت حیاداری میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ منافیِ حیا باتیں مرتبۂ معالج و طبابت کو گرادیتی ہیں۔

معاوضۂ خدمت

ایک طرف یہ حقیقت ہے کہ طب ایک شریف فن ہے، پیشہ نہیں ہے۔ اس موضوع پر کوئی بحث لاحاصل ہے اور ضیاع وقت ہے۔ طب کو بہر صورت فن رہنا چاہیے، اسے پیشہ کہنا یا بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ فنِ طب متقاضی ہے کہ مریض کی خدمت کو تجارت نہ بنایا جائے۔ جو معالج اس طریقِ کار کو اختیار کرسکیں اور دوسرے ذرائعِ آمدنی سے اپنی گزر اوقات کریں وہ بہ توفیقِ الٰہی مرتبہ اُولیٰ پر فائز ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

یہ بات حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آنی چاہیے کہ تعلیمِ طب پر بے اندازہ اخراجات کے بعد معالج اپنے فن سے یہ خرچ پورا کرے۔ اخراجاتِ ماضی کو فراموش کردینا چاہیے۔ بہ صورتِ دیگر معالج کو ہر مریض دولت کی کنجی نظر آنا شروع کردے گا۔ بہ ایں ہمہ معالج کے وقت کی قیمت ہے۔ معالج کو زندہ رہنا ہے۔ ایسا معالج کہ جو کسی دوسرے ذریعہ سے آمدنی کا انتظام نہیں کرسکتا، اسے مریض کی خدمت کا جائز و مناسب معاوضہ لے لینا چاہیے۔ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ معاوضہ حدِ معقول اور ضرورت سے زیادہ نہ ہو اور مریض کے لیے ناقابل برداشت نہ ہو۔

معاوضہ (فیس) وصول کرتے وقت طبیب کا ضمیر گواہ رہنا چاہیے کہ اس معاوضے کے مطابق اس نے مریض کی خدمت کی ہے۔

حصہ داریاں

دوا ساز ادارے اور امتحاناتِ خون اور بول و براز کے جو شعبے اور معمل ہیں، وہ کلیتہً تجارت کے مراکز ہیں۔ دوا سازوں میں یہ نکتہ مفقود ہو چکا ہے کہ یہ صنعت بھی ایک عبادت ہے۔ دوا سے شفائے امراض مقصود ہے۔ اس لیے دوا سازی ایک عبادت ہے۔ مگر دوا سازیِ امروز اس تصور سے خالی ہے۔ دوا ساز اپنی دوا کی تجویز کے لیے معالج کو آلۂ کار بناتے ہیں اور اگر معالج بلا غور و فکر اپنے مریضوں کو تشہیری دوا تجویز کرے تو دوا سازوں سے معاوضہ پائے گا۔ ایسا معاوضہ محلِ نظر ہونا چاہیے۔ اس طرح امتحانات کی لیبورٹریاں تجارتی اصول پر قائم ہوئی ہیں اور ضروری اور اکثر اوقات نہایت غیر ضروری امتحانات کے معاوضے میں معالج کا حصہ متعین کر دیتی ہیں۔ ایسا معاوضہ بھی محلِ نظر ہونا چاہیے۔

طبیب کو رفعتِ اخلاق کے ساتھ خود جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرنا چاہیے اور اپنے قلب و ضمیر کے اطمینان کا خیال مقدم رکھنا چاہیے۔

معالج کی اپنی صحت

ایک معالج مرتبۂ اعلا پر فائز ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے فن کے ذریعہ سے مریض کی خدمت کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اس معالج کو اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ خود اس کی اپنی صحت اچھی ہو۔ شاید اسے فرض کہنا بجا ہو کہ معالج کو صحت مند ہونا چاہیے۔ بیمار و علیل معالج کی رائے بھی علیل اور بیمار ہوسکتی ہے۔ معالج کو چاہیے کہ خود اپنی صحت کی نگہداشت سے کبھی غافل نہ ہو اور جب وہ اپنے مطب میں آئے' مریضوں کے درمیان بیٹھے تو خود اسے مظہرِ صحت ہونا چاہیے۔ صحت مند معالج کی فکر اور رائے بھی صحت مند ہوگی اور مریضوں کو یقین رہے گا کہ ان کا معالج خود صحت مند ہے اور مریضوں کی صحت کا عنوان بن سکتا ہے' ایک حق اور ایک فرض کے طور پر معالج کو صحت مند ہونا چاہیے۔

ایک معالج کے تجربات اس کی فنّی عمر کے ساتھ بڑھتے رہتے ہیں۔ طولِ عمر کے باوجود تجربات و مشاہدات کے فوائد مریضوں کو حاصل ہونے چاہیں۔ بایں ہمہ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی ضرور آتا ہے کہ خود معالج صحت میں کم زور' فکر و نظر میں ضعیف ہوجاتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے کہ معالج کو طبابت سے خود کو رٹائر کرلینا چاہیے۔ یہ فیصلہ بہرطور مظہر اخلاق شمار ہونا چاہیے۔

رشتۂ اخوت و الفت

مریض بہرحال ایک انسان ہوتا ہے۔ اس کی بشریت پورے نفسیاتی تقاضوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے جب وہ ایک طبیب کے پاس آتا ہے۔ اس کے محسوسات حد درجہ نزاکتوں کے حامل رہتے ہیں جو بیم و رجا سے عبارت ہوتے ہیں۔ یہی وہ مرحلۂ نازک ہوتا ہے کہ جب معالج کو بہ کمالِ محبت مریض سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیے اور اس سے اپنی محبت و مودت اور الفت و اخوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر اس الفت و اخوت میں بناوٹ کا اندازہ مریض کو ہوگیا تو یہ آغاز حد درجہ خراب ہوگا اور عدمِ شفا پر منتج ہوگا۔

ایک معالج کو واقعی طور پر مریض کا محب ہونا چاہیے' دوست ہونا چاہیے۔ مریض کے اگر کان میں تکلیف ہے تو معالج کو اس تکلیف کو اپنے کان میں محسوس کرنا چاہیے۔ جب معالج اس مرتبۂ الفت پر فائز ہوجاتا ہے تو نفسیات کا میدان اس نے مار لیا ہوتا ہے اور اسے پچاس فیصد کام یابی کی ضمانت مل جاتی ہے۔ اس کے بعد پچاس فی صد دوا کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

ایک معالج کو اپنے قلب و ضمیر کو مسلسل اس تربیت سے گزارتے رہنا چاہیے کہ مریض کی تکلیف اس کی اپنی تکلیف ہے:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ ہے وہ حقیقی رشتۂ اخلاص جس پر شفا کا قصرِ رفیع تعمیر ہوا کرتا ہے۔

بہ توفیقِ الٰہی جب معالج اس مرتبۂ بلند پر فائز ہوجاتا ہے تو اس کے دل و دماغ کی کھڑکی کھل جاتی ہے اور فہم و فراست کی ہر راہ غیر مسدود ہوجاتی ہے۔ رشتۂ اخوت والفت سامانِ شفا کردیتا ہے۔

مطالعہ - مطالعہ

انسان از روزِ اول تا روزِ آخر طالب علم رہتا ہے۔ ایک معالج ہر چند کہ علم طب کے مراحلِ تعلیم و تربیت سے گزر کر آتا ہے اور اس کا علم تازہ اور وسیع ہوتا ہے بایں ہمہ اس کو باور کرنا چاہیے کہ زندگی کا ہر لمحہ اس کے لیے لمحۂ درس ہے۔ ہر آن اسے نئے حالات، نئی معلومات، نئے انکشافات اور اکتشافات سے واسطہ رہتا ہے۔ اس لیے معالج کو مطالعہ کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے اور اپنے مصروف ترین اوقات میں سے موزوں و مناسب وقت ضرور نکالنا چاہیے اور مطالعہ کرنا چاہیے۔

یہ مطالعہ طب کا بھی ہونا چاہیے اور نفسیات کا بھی۔ اس مطالعے کو دیگر علوم پر بھی حاوی آنا چاہیے تاکہ معالج علم و حکمت کے میدانوں میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل کرتا رہے۔

مطب میں جب مریض آتا ہے تو ہر مریض ایک نیا مسئلہ لے کر آتا ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ ایک معالج جملہ مسائل سے باخبر ہو۔ بعض امراض اور امراض کی کیفیات اس کے لیے ضرور نئی ہوں گی۔ ان کے فہم کے لیے مطالعہ ایک لازمی اور حقیقی ضرورت ہے۔

ایسے مواقع کے لیے تازہ جرائد و رسائل اس کے بہترین رفیق ہوتے ہیں جو ماہرین کی نگرانی میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور معالج کو حال کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے کے لیے شائع ہوتے رہنے چاہیں۔ خود معالج کو ایسے تازہ جرائد حاصل کرنے کا ذوق رکھنا چاہیے اور کبھی اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مطالعہ ہر لمحہ اس کو ایک نئی بات عطا کرتا ہے۔ مطالعہ ایک اخلاقی اور فنی ذمہ داری ہے جو معالج کو پوری کرنی چاہیے۔

ایک معالج کسی مرض اور مریض کی تشخیص سے جب خود کو عاجز محسوس کرے اور مطالعہ بھی اس کی رہنمائی نہ کرسکے تو تقاضائے اخلاق یہ ہے کہ اس مریض کو دوسرے معالج کے سپرد کردیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرا معالج اور اس کا طریقِ علاج ضامنِ شفا ہوجائے۔

کارکنانِ مطب، تعلقاتِ باہمی

ایک مطب میں کہ جہاں معالج خدمتِ خلق کے لیے بیٹھتا ہے ایک نہیں کئی کارکنان ہوتے ہیں۔ ایک معالج کے معاون معالج بھی ہوتے ہیں۔ تعاون کے لیے فنی کارکنان بھی ہوتے ہیں۔ حالات نویس بھی ہوتے ہیں۔ مریضوں کو سہولتیں بہم پہنچانے والے کارکنان بھی ہوسکتے ہیں۔ ایک معالج کے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ان سب کارکنان کا دوست ہونا چاہیے۔ اور ہمدرد ہونا چاہیے۔ ان کارکنان کی صحت بھی معالج ہی کی ذمے داری ہے اور ان کی ذہنی و فکری تربیت اور ان کی نفسیاتی نگرانی بھی معالج ہی کی ذمے داری ہے۔

باہم خوش گوار تعلقات بھی مریض پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کارکنانِ مطب جب ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے ہیں تو مریض کی آسایش ان کی خوش گوار ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اگر کارکنان میں سے کسی ایک نے بھی مریض کو کوئی ذہنی ایذا دانستہ یا نادانستہ پہنچا دی تو اس نے نہ صرف معالج کا کام حد درجہ مشکل بنا دیا بلکہ ازالۂ مرض کی کوششوں کو کم اثر بنا دیا۔ اس لیے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ مطب میں طبیب اور کارکنان میں باہم تعلقات خوش گوار ہوں اور خوش گوار رہیں۔

معاشی و سماجی مسائل

بعض مریض کہ جو لازماً صحت و مرض کے درمیان معلّق ہوتے ہیں، ان کو معاشی مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں اور بعض اوقات سماجی بھی۔ معاشی مسائل میں خود مریض کی کم آمدنی شامل ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے علاج پر ایک محدود حد تک رقم خرچ کرسکتا ہے۔ درحقیقت یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ ایک معالج کو انتہائی فکر سے کام لینا ہوتا ہے۔ اس کو یا تو اپنی فیس کم کرنے پر غور کرنا ہوتا ہے یا پھر دواؤں کے انتخاب میں ذہنی زور آزمائی کرنی ہوتی ہے۔ ان ذرائع پر غور کرنا ہوتا ہے کہ مریض کا ادارہ جہاں وہ کام کرتا ہے اخراجات کا کفیل ہوجائے۔ معالج کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ زخمِ معدہ کے لیے وہ معروف گولیاں اور کیپ سول تجویز کرے یا کم خرچ نباتات کو اہمیت دے۔ دیہات کا کسان جس کا گیہوں تک زمیندار کھا جاتا ہے اور کسان فاقے کرتا ہے، اس کو سربند پیکٹ دوا تجویز کرنا اسے علاج سے محروم کرنا ہے۔ کسان کے ماحول میں پیدا ہونے والی نباتات بھی اس کا معالجہ شافی ثابت ہوسکتی ہیں۔

معالج کو مریض کے بعض سماجی مسائل سے بھی عہدہ برآ ہونا ہوتا ہے۔ اس قسم کے مسائل سے معالج کو خود کو بری الذمہ نہیں کرنا چاہیے۔ اخلاق کا تقاضا ہے کہ وہ ان مسائل کے باب میں اپنے زیرِ علاج مریض کی رہنمائی کرے یا کم از کم اظہارِ ہمدردی ہی کرے۔

اِسقاطِ حمل

ایک معالج کے سامنے یہ نہایت سنگین مسئلہ آسکتا ہے کہ اگر مریضہ کی جان کو حقیقی خطرہ لاحق ہو تو وہ اِسقاطِ حمل کا فیصلہ کرے۔ یقیناً یہ نہایت اہم طبی ذمہ داری ہے اور نہایت سنجیدہ اخلاقی فیصلہ ہوتا ہے۔ اکثر حالات میں انفرادی فیصلہ صحیح نہیں ہوتا۔ ضروری ہے کہ اس فیصلے اور مشورے میں مریضہ کے شوہر سے مشورہ کیا جائے اور ضرورت ہو تو مریضہ کی والدہ یا ساس سے اِستمزاج کو اہمیت دی جائے۔

مغربی سماج میں حمل کے لیے شادی کی قید نہیں رہی' اس لیے معالج کو اِسقاط کی دوا تجویز کرنے میں کسی کشمکش سے دو چار ہونا نہیں پڑتا۔ مگر مشرق میں اس قسم کا اِسقاطِ حمل ایک سنگین سماجی اور مذہبی جُرم ہے' لہٰذا ایسی مریضہ ایک معالج کے لیے ایمان و اخلاق کی آزمائش بن جاتی ہے۔ تقاضاے اخلاق یہ ہے کہ ہر لالچ سے صرفِ نظر کیا جائے اور جان کی حفاظت کی جائے۔

ایسی ہی ایک صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب زن و شوہر باہم رضا سے اِسقاطِ حمل کرانا چاہتے ہیں۔ اس کے وجوہ صحی' سماجی اور جمالیاتی ہوسکتے ہیں۔ اخلاق کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر قیمت پر جان کی حفاظت کی جائے اور زن و شوہر کی صحیح سمت میں رہنمائی کی جائے۔

ایک معالج کا اخلاقی مرتبہ حفظِ صحت و جان ہے۔ اِتلافِ جان سے اسے بہر صورت گریز کرنا چاہیے۔

منعِ حمل

آج کے دور کا یہ ایک نہایت درجہ شدید و سنگین مسئلہ ہے کہ عالمی ادارۂ صحت کی جدوجہد کے نتیجے میں اور یونی سیف کی صحت مندانہ کوشش کے نتیجے میں انسان کا پیمانۂ زندگی بڑا ہوگیا ہے۔ طوالتِ عمر کے ساتھ اموات کی شرح کی کمی نے مسئلے کو شدید تر بنایا ہے۔ بہ ایں ہمہ غذا و دوا کے لیے زمین کا طول و عرض ہنوز حسبِ سابق ہے اور کاشت کاری کے لیے مصنوعی کھاد سے اضافۂ کاشت کے باوجود غذا ناکافی ہے اور مصنوعی کھاد نے انسانی صحت کا مسئلہ پیدا کردیا ہے۔ طوالتِ عمر اور علالت ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے اب ایک عالمی آواز یہ ہے کہ منعِ حمل کی تدابیر اختیار کی جائیں اور بڑھتی ہوئی آبادی پر بندھ باندھا جائے تاکہ نہ بود و باش کا مسئلہ پیدا ہو اور نہ خوراک و غذا کی کمی کا مسئلہ درپیش ہو۔ جن اقوام و اُمم نے اس فکر و تصور کی حمایت و تائید کی ہے ان کو آج منعِ حمل (برتھ کنٹرول) کے سنگین معاشرتی مسائل کا سامنا ہے اور انسانی اخلاق کے فساد و زوال سے وہ معاشرہ دربدر ہوا ہے۔ پھر ایک طرف سیاست در آتی ہے اور بعض اقوام و ملل نے سیاسی غلبے کے لیے اضافۂ آبادی کو موضوع بنایا ہے۔ بعض نظامِ منعِ حمل کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ سیاست سے یہ بھی معرا نہیں ہیں۔

ایک معالج کے لیے یہ نہایت مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور اسے ہاں ناں کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسے حالاتِ پیش آمدہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔ اس مرحلے پر یہ فیصلہ بھی نہایت نازک ہوا کرتا ہے کہ عورت کا اپریشن کردیا جائے یا مرد کے اپریشن کا فیصلہ کیا جائے۔

مریض کے حقوق

ایک مریض جب معالج کے مطب میں برائے مشورہ طبی یا برائے علاج آتا ہے تو مطب میں داخل ہوتے ہی اس کے چند حقوق قائم ہوجاتے ہیں۔ اولاً وہ حسنِ سلوک کا حق دار ہوجاتا ہے۔ یہ حسنِ سلوک نہ صرف مریض کا حق ہوجاتا ہے بلکہ شفاے مرض کا ایک نہایت اہم عنوان بھی ہے۔

طبیب خواہ معاوضۂ خدمت وصول کرے یا نہ کرے، مریض کا یہ حق قائم ہوجاتا ہے کہ اس کے حالاتِ مرض پر معالج پوری توجہ کرے اور اس کے معائنوں وغیرہ میں حتی الامکان کسی کوتاہی کا مظاہرہ و دخل نہ ہو۔

حتی الامکان صحیح تشخیص اور حتی الوسع صحیح تجویز مریض کا حق ہوجاتا ہے۔ معالج کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اس تشخیص و تجویز سے دیانتِ فکری کے ساتھ عہدہ برآ ہو۔ بہ سلسلۂ معائنۂ مریض سریری امتحانات اگر ہوئے ہیں یا پیتھالوجی امتحانات سے مریض گزرا ہے یا دوسرے آلاتی امتحانات سے مریض کو سابقہ پڑا ہے تو ان تمام امتحانات کی رپورٹوں پر مریض کا حق ہوتا ہے۔ معالج کو ان رپورٹوں کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے۔

اگر کسی ضرورت سے مریض کو کسی قسم کے سرٹی فیکیٹ کی ضرورت درپیش ہے تو انتہائی دیانت داری سے معالج کو یہ سرٹی فیکیٹ جاری کرنا چاہیے۔ اس سرٹی فیکیٹ کو حقائق سے ہم آہنگ ہونا چاہیے اور اس میں دیانت و صداقت کا پورا پورا مظاہرہ ہونا چاہیے۔

تشخیصِ مرض۔ اظہار و اخفا

ایک معالج دورانِ طبابت ایک اخلاقی مسئلے سے دو چار ہوتا ہے۔ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ تشخیصِ مرض کے بعد اظہارِ تشخیص کردیا جائے یا اخفاے تشخیص کو اختیار کیا جائے۔ بہت سی صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اظہارِ تشخیص کردیا جائے تو مریض انتہا درجے کی نفسیاتی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہیں اور ہر نفسیاتی کیفیت اضافۂ مرض اور بعض حالات میں اِتلاف جان کا سبب بن جاتی ہے۔

معالج کے لیے اپنے زیرِ علاج مریض کوایسے حالات سے دو چار کرنا صحیح نہیں ہوتا بالخصوص جب طبیب مریض کی صحت و شفا کے لیے بہ خلوصِ تامہ کوشاں ہو۔

ایسے حالات میں صحیح اخلاق یہ ہے کہ مریض کے رشتہ داروں پر یہ راز ظاہر کردینا چاہیے اور بے تامّل اپنی راے کا اظہار کردینا چاہیے۔ ساتھ ہی ان رشتہ داروں کو باور کرا دینا چاہیے کہ اظہارِ تشخیص اور اندازِ مرض کے باب میں اگر احتیاط کا دامن نہ پکڑا گیا تو نقصان و اِتلافِ مریض ممکن ہے، کیونکہ نفسیات سب سے زیادہ موثر طاقت ہوتی ہے۔

معالج کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس لیے اخفاے تشخیص نہ کرے کہ مریض اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اگر مریض کی شفا کے امکانات دوسرے مطب میں ہوں تو معالج کو فراخ دل اور دیانت دار ہونا چاہیے۔

عزتِ نفس۔ خودی۔ خودداری

ایک معالج کا یہ نہایت مقدس حق ہے کہ وہ اپنی عزتِ نفس کا بہرحال اور بہر قیمت تحفظ کرے۔ عزتِ نفس کو کسی قیمت پر ضائع نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا تعلق مریض کے علاج اور اس کی صحت و شفا سے ہے۔ عزتِ نفس سے محروم معالج اور خودی و خود داری سے عاری معالج سامانِ شفا پر قادر نہیں ہو سکتا۔

ایسا موقع نہایت درجہ آزمایش کا ہوتا ہے کہ مریض معالج کو بھرپور فیس دے کر معالج کے لیے کوئی ذرہ برابر اشارۂ حقارت و تحقیر کرے۔ ایسے حوادث اکثر و بیشتر ایسے حالات میں پیش آتے ہیں کہ جب فیس وغیرہ کے باب میں معالج کی شہرت گہنائی ہوئی ہو۔ ایسی صورتِ حال احترام مابین معالج و مریض کو کم کرتی ہے اور اس سے شفا و صحت موخر ہو جایا کرتی ہیں۔

معالج کو لازماً خود دار ہونا چاہیے اور اپنی خودداری کی وہ قیمت مقرر کرنی چاہیے کہ کوئی دولت اس کی خریدار نہ بن سکے۔ معالج کی جبین کو امارت کے کسی آستانے پر سرنگوں نہیں ہونا چاہیے اور پورے وقار کے ساتھ بابِ غربت پر دستک دینے میں تامل نہیں کرنا چاہیے۔ یہی بلندیِ اخلاق ہے۔

خاندان کا معالج

معالج کی بلندیِ اخلاق ، معالج کا حسنِ سلوک ، معالج کی دیانتِ طب ، معالج کا دستِ شفا ، معالج کی فہم و فراست بہت سی صورتوں میں اسے خاندان کے معالج کے درجے تک پہنچا دیتی ہے۔ اس میں اچھائی کا نہایت واضح پہلو یہ ہے کہ معالج خاندان کا مزاج شناس رہتا ہے۔ جینیات کے مسائل سے آگاہ رہتا ہے۔ خاندانی نفسیات سے واقف رہتا ہے۔ یہ چیزیں اس کی تشخیصِ مرض اور معالجات میں مدد کرتی ہیں۔

ایسے معالج کو خاندان کے اندر رسائی کے باوجود احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ خاندان دوستی کو بے تکلفی کی سرحدوں میں داخل ہونے سے گریز کرنا چاہیے۔ خاندان میں اجازت کے بغیر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ خاندانی معاملات میں دخل اندازیوں سے گریز کرنا چاہیے۔ افراد خاندان کے ذاتی مسائل میں خود کو نہیں الجھانا چاہیے۔ معالج کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنے مرتبۂ طبابت پر پورے وقار کے ساتھ قائم رہے۔

اپریشن

طب اور جراحت کا تعلق قدیم ہے۔ امراض کہ جو دواؤں سے علاج کا اثر قبول نہیں کرتے ان کو جراحت کے زمرے میں لایا جاتا ہے۔ معالج کی طبابتی زندگی میں ایسے مراحل پیش آتے ہیں کہ جب اسے اپریشن کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔

یہ مرحلہ شدید امتحان کا ہوتا ہے۔ ایک تو فیصلہ غلط نہ ہوجائے اور دوسرے یہ کہ یہ فیصلۂ جراحت کسی لالچ کا تابع نہ ہوجائے۔ ایک سرجن اکثر و بیشتر صرف سرجری کے پہلو سے دیکھتا ہے۔ اس صورت میں معالج، سرجن کو لمحۂ فکریہ دے سکتا ہے اور اسے دینا چاہیے۔

اپریشن کے لیے مہارت کو مقدّم رکھنا چاہیے۔ معالج کی سرجن سے ذہنی مناسبت اور قلبی موانست غلط فیصلہ کراسکتی ہے اور مریض کو خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔ ایک نہایت سنگین مسئلہ آج سیزیرین کا ہے۔ بہت سے مقامات پر یہ اپریشن غیر ضروری ہوتا ہے اور فطرت اور قدرت کے کاموں میں خواہ مخواہ دخل اندازی کے ہم معنی ہوجاتا ہے۔ یہ اخلاق کا ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔

رفعتِ اخلاق

معالج اپنی ماہرانہ صلاحیت و حذاقت اور محنت کے باوجود بعض امراض کا علاج کرنے سے قاصر رہتا ہے اور مریض کی شفا دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ درحقیقت یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ جہاں معالج کو حد درجہ صحت کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے۔ مریض کو دوسرے معالج کے پاس بھیج دینا چاہیے اور اس میں ذرہ برابر شرم و حجاب محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مریضِ سرطان کو اچھا ہے کہ ماہرِ مرضِ سرطان کے ہاں علاج معالجے کے لیے بھیج دیا جائے۔ اس ماہرِ مرضِ سرطان کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیے کہ دوسرا معالج کوئی نبات وغیرہ مریض کے لیے تجویز کرے تو وہ تعاون باہمی کرے۔ اس قسم کے تعاونِ باہمی سے ریسرچ کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان کو کھولنا چاہیے۔ دو ذہن اور دو اندازِ فکر اور دو طریق معالجات طبی تحقیق کی بنیادیں استوار کرسکتے ہیں۔ اس راہ میں تعصبات کو حائل نہیں ہونا چاہیے۔

طبی ریسرچ

ایک معالج کو اپنی ماہرانہ صلاحیتوں اور اپنے نظریات اور مشاہدات کی روشنی میں فنِ طبابت کو حتی المقدور وسعت دینی چاہیے۔ فنِ شریفِ طب اس اخلاق کا بھی متقاضی ہے کہ طب میں جمود نہ آنے دیا جائے۔ طب کو متحرک رکھنا چاہیے اور عصرِ حاضر کے تقاضوں سے طب کو ہم آہنگ رکھنے کی حتی الوسع کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ طبی ریسرچ بھی ایک معالج کی ذمہ داری ہے۔ دورانِ علاج معالج پر رازہائے سربستہ منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ یہ راز اس کے سینے میں مدفون نہیں ہونے چاہیں بلکہ ہر رازِ شفا دوسروں تک پہنچنا چاہیے تاکہ طبی تحقیق کا ہر بند دروازہ کھل جائے۔ اس تحقیق میں ہر اس معالج کو شرکت کرنی چاہیے کہ جو شفائے مرض اور شفائے مریض سے قلبی دل چسپی اور تعلق رکھتا ہو۔ اس کے بغیر بابِ تحقیق وا نہیں ہوسکتا۔

صحتِ دیہات

مہذب اور متمدن ممالک میں شہر و دیہات کی کوئی تمیز اب موجود نہیں ہے۔ ماضی کے تہذیب یافتہ معاشروں میں بھی ہرگز ایسا امتیاز روا نہ تھا۔ یہ عصرِ حاضر کی غیر اخلاقی روش ہے کہ دیہات کو کم درجہ سمجھا جاتا ہے اور دیہاتی کو شہری کے مقابلے میں حقیر درجہ کا انسان شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بدترین اخلاقی زوال ہے۔ شہر کا انسان اور دیہات کا انسان بہرحال برابر کے انسان ہیں۔ ان دونوں کے حقوق یکساں ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو پوری یکسانیت اور انسانیت کے ساتھ طبی امداد ملنی چاہیے۔ ایک معالج کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ دیہات کے مریض کا پورا احترام کرے اور اسے صحت آشنا کرنے میں ہرگز کوئی رکاوٹ نہ آنے دے۔ یہ بدترین اخلاق ہے کہ دیہات کے نونہال، نوجوان اور بوڑھے اور مرد و عورت کم تر درجہ انسانیت پائیں اور فقط شہری لوگ تحقیقات حاضرہ سے متمتع ہوں۔ بااخلاق معالج کو یہ فرق مٹانے کی جدوجہد کرنی چاہیے اور نظامِ صحت کو بدل دینے کی سعیِ بلیغ کرنی چاہیے۔

قوانینِ مزد و سرمایہ

بعض معاشروں میں اکثر سیاسی مصالح کی بنا پر اور بعض صورتوں میں معاشی اور معاشرتی حالات کی وجہ سے قوانینِ مزد و سرمایہ میں صحت کی شقیں بھی شریک ہوتی ہیں جو مزدور کو بلا قیمت دوا و علاج کا حق دار ٹھہراتی ہیں۔ یقیناً یہ عین اخلاق ہے کہ امارت اور دولت، غربت اور عسرت کا احترام کرے۔ مگر یہ غربت و عسرت اور حقِ علاج بہت سی صورتوں میں کثرتِ امراض کا سبب بن جاتا ہے اور بہت سی صورتوں میں بلا ضرورت دوا حاصل کرنے کا عنوان بن جایا کرتا ہے۔ معالج کے لیے یہ مقام حد درجہ نازک ہوتا ہے۔ اسے ایک طرف "مریض" کی خواہش کا احترام کرنا ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے اخلاقی تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع پر معالج کو نہایت فیصلہ کن راہ اختیار کرنی چاہیے اور بلا ضرورت دوا کی داد و دہش سے انکار کرنا چاہیے۔ انہی مراحل میں ایک مرحلہ غیر ضروری تعطیلات کا آتا ہے جبکہ "مریض" آرام کرنا چاہتا ہے اور معالج سے سرٹی فیکیٹ کا طالب ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں معالج کو صحیح فیصلہ کرنا چاہیے اور دیانت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

دنیا کے بہت سے ممالک میں فلاحی فکر کمال کو چھوتی ہے، شہریوں کے لیے ہیلتھ سروسز موجود ہوتی ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات میں مہذب افرادِ قوم ان فلاحی اقدامات و انتظامات سے غلط فائدہ نہیں اٹھاتے، اس کے باوجود انسان فرشتہ نہیں ہوتے۔ ایسے حالات میں بھی غلط استفادوں کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ ان میں معالج کو شامل نہیں ہونا چاہیے اور ضرورت کے بغیر استفادوں کو بداخلاقی سمجھنا چاہیے۔

طبیب اور قانون

طبِ قانونی، طب کا ایک مستقل عنوان ہے۔ کہیں یہ داخل نصاب تعلیم ہوتا ہے اور کہیں اسے غیر ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ ایک معالج کو طبِ قانونی کا مطالعہ کرنا چاہیے، کیونکہ دورانِ طبابت قانونِ وقت اس کے تعاون کا طلب گار ہوتا ہے اور معالج کو بعض صورتوں میں قانونی سرٹی فیکیٹ جاری کرنا ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں بعض اوقات خواہشات کا دخل ہوجاتا ہے اور حسبِ ضرورت سرٹی فیکیٹ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس ذیل میں معالج کو اپنی معالجانہ اور اخلاقی ذمے داریوں کا احترام کرنا چاہیے اور صرف صحیح اور جائز سرٹی فیکٹ جاری کرنا چاہیے۔

ٹیسٹ ٹیوب اولاد

یہ ایک نہایت نازک مسئلہ ہے اور طبی سے زیادہ اخلاقی اور قانونی نیز مذہبی مسئلہ ہے۔ ایک شوہر کے مادۂ منویہ میں حُوَینِ منویہ کا اگر عدم ہے تو استقرارِ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معالجات ہمہ قسم جب حُوَین منویہ کو وجود دینے میں ناکام ہوجائیں اور اولاد کی خواہش مقدّم ہوجائے تو پھر کسی دوسرے شخص کا مادۂ منویہ داخل کرکے بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب اسے رحم نسواں تک پہنچا کر استقرارِ حمل کا مرحلہ طے کرا دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ ہنوز علما و مشائخ کے زیرِ غور ہے کہ اس طریقِ استقرارِ حمل کو کیا قانونی درجہ دیا جائے۔

ایک معالج کو یہ مرحلہ در پیش آسکتا ہے۔ اخلاق اس کا متقاضی ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب اولاد کی ہمت افزائی نہ کی جائے۔ ہاں جب کسی فعلیاتی یا جسمانی خرابی کی وجہ سے شوہر ہی کا حُوَین منوی بیوی کو دینا ضروری ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تنصیبِ اعضا

ٹرانس پلانٹ (تنصیبِ اعضا) عصرِ حاضر کی طبی پیش رفت ہے۔ یہ مسئلہ بھی علمائے کرام اور مشائخِ عظام کے زیرِ غور ہے۔ ایک زندہ یا مردہ شخص کا کوئی عضو، گردہ وغیرہ حاصل کرکے دوسرے انسان کے جسم میں پیوست کردیا جائے کہ جو ضرورت مند ہو اور اس کی زندگی اس سے قائم رہ سکتی ہے تو کیا یہ جراحتی عمل صحیح ہے؟

معالج کو یہ مرحلہ در پیش ہو سکتا ہے اور اسے یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ ناقص العمل گردہ تبدیل کردیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا صحت مند گردہ نصب کرکے بحالیِ زندگی کا سامان کردیا جائے۔ ایسے حالات میں معالج کو شاید اس عملِ جراحت کے حق میں فیصلہ کرنے میں انتہائی آرام محسوس ہوگا۔ اس جراحی میں اخلاقی پیچیدگی اس وقت در آئے گی کہ جب ایک انسان کی جنسی توانائیوں کے لیے خصیتین کی تبدیلی کا عملِ جراحت اختیار کیا جانے لگے گا، مگر فی الحال یہ منزل ہنوز دور ہے!

(مُردہ سے مراد وہ مُردہ ہے جس کے سانس کی آمد و شد ختم ہوگئی ہو، مگر درحقیقت اس کی طبی موت زیادہ دیر بعد واقع ہوتی ہے۔ طبی موت سے قبل اُس کا گردہ وغیرہ نکال لیا جاتا ہے اور بیمار کے خراب گردے کی جگہ نصب کردیا جاتا ہے۔)

تشہیرِ ذات

ایک معالج کو تشہیرِ ذات اور تشہیرِ طبابت و حذاقت سے گریز کرنا چاہیے۔ ذاتی تشہیر دائرۂ اخلاق سے باہر ہے۔ ایک معالج کو نہایت دیانت و صداقت سے اپنے زیرِ علاج مریضوں کا علاج کرنا چاہیے اور اپنی نیک نامیوں میں اپنی حذاقت اور تقدس کی باتوں سے الگ ہو کر اپنے دستِ شفا سے اپنا گھر دلوں میں بنانے پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اپنے مطب پر بڑے بڑے سائن بورڈ آویزاں کرنا اور اپنی تشہیر کے لیے اخبارات میں اعلانات کو اہمیت دینا ایک معالج کے شایانِ شان نہیں ہے۔ معالج کو اس تشہیر سے گریز کرنا چاہیے۔

ادویۂ مضرت رساں

ادویہ مضرت رساں بھی ہوسکتی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں سمّیت ہوتی ہے بلکہ وہ بسا اوقات ناموافق مزاج بھی ہوتی ہیں اور جن امراض کے لیے ان کو شافی قرار دیا جاتا ہے ان میں ان کے اثرات برعکس بھی ہوتے ہیں۔

یہ مسئلہ اپنی جگہ ہے اور یقیناً طبی دوا سازی کے اخلاق کا مسئلہ ہے، لیکن ایک معالج کے لیے یہ اخلاقی مسئلہ اس طرح ہے کہ وہ اپنے زیرِ علاج مریض کو کوئی سمّی دوا نہ دے اور اس کی صحت و جان کو حوالۂ خطرات نہ کرے۔ غلطی سے بھی اور جان بوجھ کر بھی سمّیات سے مریض کو نقصان پہنچانے کی غلطی سرزد ہوجاتی ہے۔ یہ نہایت شدید بداخلاقی ہے۔ ایک معالج کو کسی چاہت اور لالچ کے سامنے سپر نہیں ڈالنی چاہیے۔

بعض دوا ساز اپنی ہوسِ دولت اور جلبِ منفعت میں اخلاق سے عاری ہوکر میدان میں آجاتے ہیں اور چرب زبانیاں ایک معالج کو مضر یا ناقص دوا تجویز کرنے پر آمادہ کرلیتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے کہ معالج کو اخلاق کا سایہ تلاش کرکے اس میں راحت حاصل کرنی چاہیے۔

تخصّص و امتیاز

طب میں تخصص (اسپیشلائزیشن) کا اصول کوئی نیا اصول نہیں ہے۔ ہر دور میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور آج یہ اصول زیادہ حقیقی اور زیادہ شدید ہو کر سامنے آیا ہے۔ معالج کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ طب کے کسی موضوع میں درجۂ تخصص حاصل کر سکتا ہے، مگر اس اختصاص کو آمدنیِ بے جا کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ اس کا اخلاقی پہلو یہی ہے جس میں احتیاط کو بہ روئے کار لانا چاہیے۔ دوسرا یہ ہے کہ تخصص کو معالج کے لیے دوسری شاخ ہائے طب سے دور کرنے کا موجب نہیں بننا چاہیے۔

طبِ متبادل

تاریخِ طب میں جہاں اختصاص اور تخصص کا مرحلہ آیا ہے وہاں ادویہ میں امتیاز قائم ہوا ہے۔ یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ طب کے نظریات و فلسفہ، متعدد اور مختلف ہوتے ہیں۔ ان اصول و کلیات اور فلسفہ و نظریات کا احترام کرنا چاہیے اور اس پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے کہ ایک طریق علاج کی دوا دوسرے طریق علاج کا حامل استعمال کرائے۔ اس باب میں اخلاق اور اعتدال کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں عدل کی راہ ترک ہوئی ہے۔ مثلاً نباتات میں جدید مرکبات کی آمیزش کو منع کیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ عدل کے خلاف ہے اور مقامِ معالج کی عظمت کا عدم اعتراف ہے۔ متبادل طب اور متبادل ادویہ کو سائنسی درجہ دے کر معالج کو یہ حق دینا چاہیے کہ طبی سائنس کی روشنی میں جس طریق طب کی دوا استعمال کرنا چاہے، کرے، کیوں کہ اس کی شخصیت بابصیرت ہے اور اس کے استعمال کی حکمتوں سے وہ آشنا ہے۔

جنسی امراض

ایک انسان کا لازمہ اس کے جنسی اعضا ہیں اور ان جنسی اعضا کے افعال و خواص احکام تحریم کے حامل ہیں، کیوں کہ ان کا تعلق تولید و تناسل سے ہے۔ ایک معالج کو امراضِ جنسی کا علاج کرنے کا معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن جب جنسی حالات، جنسی خواہشات کی سرحد میں قدم رکھ دیں تو یہ شہوت رانی کی تعریف میں آتا ہے۔ ایک معالج کو اپنے فن کو شہوت رانیوں کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ عورت ہو کہ مرد جنسی خواہشات اس کی جبلت ہے۔ مگر جب اس فطرت و جبلت کو مہمیز دے کر تعیش کا عنوان بنا دیا جائے تو اس میں ایک بااخلاق معالج کو شرکت نہیں کرنی چاہیے اور نہ جنسی دواؤں کی غلط اور ناروا تشہیر سے متاثر ہو کر راہ عدل کو ترک کرنا چاہیے۔

تحائفِ مسنونہ!

بلاشبہ تحائف کا لین دین ایک مسنون عمل ہے۔ سنّتِ رسول کریمؐ ہے کہ اس سے باہم محبت بڑھتی ہے، خلوص میں اضافہ ہوتا ہے، دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ایک ایسا معالج جس کے ایمان و ایقان میں مریض سے ایک پیسہ فیس لینا خلافِ احترام فن شریف ہے، اسے جب ایک مریض کوئی تحفہ پیش کرتا ہے تو اسے غور کرنا ہوتا ہے کہ کیا اس کے خلوص و انس کا معاوضہ ہے! حقیقتہً اس کا فیصلہ خود معالج ہی کر سکتا ہے کیونکہ اسے پس منظر اور پیش منظر کا علم ہوتا ہے۔ نیت کا حال تو خیر اللہ ہی جانتا ہے، مگر نفسیات کی مدد سے صحیح فیصلہ کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں تحفۂ مریض قبول کرنا معالجے میں مددگار ہوتا ہے۔ تحفہ دے کر مریض کو اطمینان ہو جاتا ہے اور معالج کے خلوص میں ایزادی ہو جاتی ہے اور شفائے عاجلہ کے امکانات روشن تر ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

تحفے کو معاوضہ نہیں عقیدت اور تعلقِ خاطر کا اظہار سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔ اگر محسوس ہو کہ مریض کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے تو اس کے تحفے کے جواب میں تحفے دے کر اس کا بدل بھی کیا جا سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قسم و عہد نامہ معالج

٭ سرچشمۂ علم و حکمت، منبع علوم و حِکَم، خالقِ ارض و سما، آفریندۂ نباتات و جمادات و اِنس، شافیِ برحق و قادرِ مطلق اللہ رب العٰلمین کا شکر ادا کرنا مجھ پر واجب ہے۔ لاریب اللہ تعالیٰ نے مجھے علم و حکمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے جسم انسانی کے حقائق کی فہم کا اہل بنایا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے حالاتِ صحت و مرض کی پہچان کا اہل بنایا ہے تاکہ علم و حکمت کے ذریعہ سے انسان کو امراض و آلام اور معذوریوں سے نجات دلانے کی راہیں پا سکوں۔

٭ لاریب! علم طب ایک فنِ شریف ہے، پیشہ نہیں ہے۔ شرافتِ فن کا احترام میرا عنوانِ حیات رہے گا۔ مجھے اقرار ہے اور اعتراف کہ فنِ طب ذریعہ راحتِ انسانی ہے۔ راحتِ انسان ہی اس کا عنوان جلی رہنا چاہیے نہ کہ کچھ اور! احترامِ طب اور احترامِ انسان لازماً و دائماً میرا فرض رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

٭ امارت یا غربت، اختلافِ معتقدات، تمیزِ رنگ و نسل و زبان، دوستی دشمنی، خصائصِ انسانی ہیں۔ میرے اصول اور طریقِ علاج میں یہ خصائص وجہِ امتیاز نہیں بنیں گے۔ ہر انسان، انسان ہے۔ اس کا احترام میرا فرض ہوگا اور کسی تفریق و امتیاز کے بغیر جدو جہدِ شفا و صحت میرا فریضۂ اولین ہوگا۔ اس سعی و کاوش میں کوئی تعصب دخیل نہیں ہوگا اور نہ مانع۔

٭ انسان صفحۂ ارض پر ہو کہ شکم مادر میں، مشرق میں ہو کہ مغرب میں، شمال میں ہو کہ جنوب میں، اس کی صحت کی حفاظت اور امراض کی صورت میں اس کے لیے سامانِ شفا کرنا بہ خشیت و بہ توفیق الٰہی میرا فنی اور اخلاقی فرض ہوگا۔

* مریض خواہ کسی بھی شعبۂ حیات سے متعلق ہو اس کا احترام و اکرام میرا فرض رہے گا اور اس سے محبت میرا اصولِ زندگی اور مریض کی صحت و خیر خواہی میرا سرمایۂ فکر رہے گا۔

* مریض کے آلام و امراض کے رازوں کا اخفا پوری دیانت و امانت کے ساتھ میرا فرض ہوگا۔ حالتِ مرض و مریض اور عیوب و خطایا کی پردہ پوشی میرا فریضہ رہے گی۔ مریضوں سے میرے تعلق کی بنیاد خیر خواہی، درد مندی اور ہمدردی ہوگی۔

* میری کوشش ہوگی اور سعیِ پیہم کہ میرے ایمان و عمل میں مطابقت ہو اور میرا ظاہر و باطن یکساں رہے اور میں ہر اس بد اخلاقی سے محفوظ رہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے موجبِ رسوائی ہو۔

* میرے فکر و ذہن اس مسلّمہ اصول سے کبھی خالی نہیں رہیں گے کہ میدانِ علم و حکمت میں انکشافات و اکتشافات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ ایک معالج کی حیثیت سے میرا فرض یہ ہوگا کہ میں اپنے علم کو تازہ رکھوں، طب کے میدانوں میں عصری پیش رفتوں سے خود کو حتی الامکان آگاہ رکھوں اور تحقیقات جدیدہ سے احتیاط و توازن کے ساتھ استفادہ کرتا رہوں تاکہ شفا و صحت بہ حکمِ الٰہی حاصل ہوتی رہے۔

* مجھے اعتراف ہے اور یہ اعتراف فراموش نہیں ہوگا کہ اساتذۂ کرام نے مجھے علم و حکمت سے آراستہ کیا ہے۔ بصارت و بصیرت عطا فرمائی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اساتذۂ کرام کے لیے تشکر و امتنان کے جذبات تاحین حیات سرد نہیں ہوں گے۔

* فنی دیانت اور پیشہ ورانہ امانت اور کسبِ حلال میرے لیے وجہِ عزت و طمانیت رہیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مجھے اپنے ارادے پر قائم رکھے اور اپنی مخلوق کی بے لوث خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

جو کچھ میں نے کہا ہے اللہ اس پر گواہ ہے۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی اور اہم کتابیں

اشارات قلب

پروفیسر ڈاکٹر سید اسلم

ایم بی ایس، ایف آر سی پی (ایڈنبرا)

ڈاکٹر سید اسلم صاحب ممتاز معالج اور ماہر قلب ہیں۔ علاج و معالجے کے طویل تجربے کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے شعور صحت بیدار کرنے کو زندگی کے ایک مشن کی حیثیت دے رکھی ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے نہایت اختصار کے ساتھ سادہ و سلیس زبان میں دل کی صحت، دل کی تکالیف، اسباب، متعلقہ مسائل، حفظ ماتقدم اور دل کے دورے کے بعد کے لیے ہدایات تحریر فرمادی ہیں اس طرح عام صحت مند آدمی کے علاوہ قلب کے مریضوں کے لیے بھی اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قیمت صرف 6/ روپے

اپنے دل کی حفاظت کیجیے

ڈاکٹر لیفٹیننٹ کرنل کے۔ ایل چوپڑا۔

(ایف۔ آر۔ سی۔ پی)

ترجمہ: نذیر الدین مینائی

خدانہ کرے کسی کو دل کا دورہ پڑے۔ اور کچھ نہیں احتیاطی تدابیر تو کر ہی سکتے ہیں۔ اس کتاب میں ڈاکٹر کے۔ ایل چوپڑا نے دل کا فعل۔ دل کا دورہ۔ قلبی انجوگرافی۔ بائی پاس سرجری بھی کچھ بیان کر دیا ہے۔ کتاب باتصویر۔ ضرور مطالعہ کیجیے۔

قیمت: 25/ روپے

مرضیات

حکیم نعیم الدین زبیری

حکیم نعیم الدین زبیری صاحب نے طبی کالجوں کے طلبہ کی تعلیمی استعداد اور ان کی نصابی ضروریات کے مطابق ایک اہم کتاب تحریر کی ہے جس میں بیماریوں کے اصولی اسباب اور ان کی وجہ سے جسم کے اعضاء اور افعال میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کے مطالعے یعنی ماہیت الامراض (پیتھالوجی) پر جامع اور آسان بحث کے ذریعے اُجاگر کیا ہے۔ قیمت: 75/ روپے

غذائیں دوائیں

صحت بخش سبزیوں، پھلوں اور عام جڑی بوٹیوں کے خواص اور فائدے

ہم میں سے اکثر یہ نہیں جانتے کہ پیاز ایک اعلا درجے کی جراثیم کش دوا ہے۔ لہسن سے بلڈ پریشر (خون کا دباؤ) کم ہوتا ہے۔ مولی یرقان کا ایک علاج ہے۔ شہتوت گلے کی تکلیف بھی دور کرتے ہیں۔ نیم بہترین اینٹی سپٹک اور مصفی خون ہے آملہ وٹامن سی سے بھرپور ہے۔ اڑوسا پھیپھڑوں کا ٹانک ہے وغیرہ۔ ہم جتنی سبزیاں، دالیں، اور پھل استعمال کرتے ہیں اور اپنے اردگرد جو پودے اور درخت دیکھتے ہیں، قدرت نے ان میں ایسی دوائی اور شفائی اثرات رکھے ہیں کہ اگر ہم ان کا بروقت مناسب استعمال کریں تو بے شمار پریشانیوں اور اخراجات سے بچ سکتے ہیں۔

اس کتاب میں تقریباً پچاس سبزیوں، پھلوں اور عام جڑی بوٹیوں کے خواص، فائدے اور ان کے استعمال کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ قیمت 8/ روپے